

رپورتاژ

رپورتاژ کو انگریزی میں Reportage کہتے ہیں۔ رپورٹ کے لغوی معنی رواداد یا خبر کے ہیں۔ خاص طور پر عوام کے سامنے کسی چیز یا واقعے کے بارے میں بیان دینا یا اطلاع دینا۔ رپورتاژ بھی ایک رواداد اور اطلاع نامہ ہی ہوتا ہے، لیکن اس کی حیثیت ایک ادبی صنف کی ہے۔ ادبی صنف کے اعتبار سے رپورتاژ کو تاثراتی رواداد کا نام دیا جاتا ہے۔ رپورتاژ میں کسی تقریب یا ادبی کافرنس یا مذاکرے یا جلسے کی کارروائی کی رواداد بیان کی جاتی ہے۔ رپورتاژ کا مقصد صرف اطلاع یا خبر دینا نہیں ہوتا، کیوں کہ خبر یا اطلاع کے علم کے بعد پھر اس میں کوئی دلچسپی قائم نہیں رہتی۔ وہ جلد ہی باسی یا بے مصرف سی چیز میں بدلت جاتی ہے۔
رپورتاژ لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تخلیقی مزاج بھی رکھتا ہو۔ اگر وہ صحافی ہے تو اس میں خبر کو افسانہ بنانے کی اہلیت ہونا چاہیے۔ رپورتاژ میں اسلوب بیان کی خاص اہمیت ہے۔

کرشن چندر

1914 تا 1977



کرشن چندر بھرت پور میں پیدا ہوئے۔ ان کا بھپن پونچھ (کشمیر) میں گزر۔ جہاں ان کے والد بحیثیت ڈاکٹر تعینات تھے۔ انہوں نے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ پھر انگریزی میں ایم۔ اے کیا۔ کچھ دنوں وہ آل انڈیا ریڈ یو سے وابستہ رہے۔ فلموں کی کشش انھیں بہبیٰ لے گئی، مگر انھیں فلموں میں زیادہ کامیابی نہ مل سکی۔ انہوں نے قلم کو ہی روزگار کا وسیلہ بنایا۔ کچھ لوگ کرشن چندر پر بسیار نویسی کا الزام بھی لگاتے ہیں۔

کرشن چندر کا شمار اردو کے بڑے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے افسانے کے علاوہ ناول، انشائیے، روپرتوٹر، ڈرامے، خاکے، طنزیہ و مزاحیہ مضامین بھی لکھے۔ مگر ان کی اصل پہچان ناول اور افسانے ہی کی وجہ سے ہے۔ کرشن چندر کا پہلا افسانہ ”یرقان“ ہے جو ”ادبی دنیا“ (لاہور) میں 1936 میں شائع ہوا۔ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ”طلسمِ خیال“ 1939 میں شائع ہوا۔ ان کے افسانوں کے تقریباً 32 مجموعے اور 47 ناول شائع ہوئے۔

اپنی تحقیقات میں وہ بہت خوبصورت شاعرانہ زبان استعمال کرتے تھے۔ ان کے یہاں منظر نگاری کے اعلیٰ نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے ہیئت اور سکنیک کے بہت سے تجربے کیے ہیں۔ کرشن چندر کا طنز بہت تیکھا ہوتا ہے۔ کرشن چندر کی طنزیہ و مزاحیہ تحریریں بھی بہت مقبول ہوئیں۔ بہت سی ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں ان کے افسانے اور ناولوں کے ترجمے ہوئے ہیں۔ انھیں ”سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ“ اور ”پدم بھوشن“ کا اعزاز دیا گیا۔

پودے

جب سردار جعفری اور کرشن چندر نظام کالج سے لوٹے تو فراق اور احتشام اور ڈاکٹر عبدالعیم لکھنؤ سے تشریف لے آئے تھے۔ یہ سب لوگ کھانے پر بیٹھے عریانی پر بحث کر رہے تھے۔ سردار نے آتے ہی قلم ہاتھ میں لے کر ایک تجویز اس امر کے متعلق لکھنا شروع کی اور بحث طویل ہوتی گئی۔ فراق حسن کار ہیں، اس لیے انھیں عریانی سے اتنی نفرت نہیں۔ احتشام کی طبیعت میں نوجوانی کے باوجود اتنا ٹھہراؤ ہے کہ وہ عریانی کو دیکھ کر بدکتے نہیں، برافروختہ نہیں ہو جاتے، صلوٰتیں سنانے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر عبدالعیم کا انداز یہ تھا: ”میاں بھی تم بنجے ہو، کیا طفلا نہ باتیں کر رہے ہو۔“ ان کے ہشاش بشاش چہرے پر مسکراہٹ کی لہر دوڑ دوڑ کے کم ہو جاتی تھی۔ وہ اپنی داڑھی اور وضع قطع سے فرانسیسی معلوم ہوتے ہیں اور اپنے درشت انداز تکلم سے ہیڈ ماسٹر، اور آگ گولوا ہوتے وقت سو فیصدی کیونٹ نظر آتے ہیں۔ اکثر لوگ غلط بات غلط موقعے پر کہتے ہیں۔ یا غلط بات صحیح موقعے پر کہتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر عبدالعیم کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ صحیح بات کہتے ہیں اور ہمیشہ غلط موقعے پر کہتے ہیں۔ چدڑ گھاث کالج میں انھوں نے تقریر کرتے ہوئے طلباء کے مجمعے میں کالج کے استادوں کو وہ ڈانٹ بتائی کہ بے چارے اب تک یاد کرتے ہوں گے۔ اسی طرح P.E.N. کانفرنس کے موقعے پر جب ڈاکٹر ملک راج آنند نے تجویز پیش کی کہ ہندوستان میں بھی فرانسیسی انسائیکلو پیڈیسٹس (ENCYLOPAEDISTIS) کی طرح ایک تحریک جاری کی جائے۔ تو بہت سے لوگوں نے اس انقلابی تجویز کی حمایت کی۔ ان میں ریاست بیکانیر کے وزیر سردار پائیکر بھی شامل تھے، لیکن صرف ایک آدمی کی پروازوں مخالفت سے یہ تحریک رہ گئی۔ یہ مخالفت کرنے والا جانتے ہو، کون تھا؟ یہی اپنے ڈاکٹر عبدالعیم صاحب! آپ نے اٹھ کر کہا: ”تجویز تو بہت معقول ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ فرانس میں اس تحریک کے چلانے والوں میں بڑے بڑے لوگ تھے۔ روس اور والٹیر۔ بیہاں ایسا کون ادیب ہے۔ کون ایسا مفکر ہے۔“ آپ نے پورے مجمعے پر نظر ڈال کر کہا۔ ”مجھے تو آپ لوگوں میں سے ایک آدمی بھی اس پائے کا نظر نہیں آتا۔“ اس پر ایک قہقہہ پلنڈ ہوا۔ پھر مجمعے میں سے کسی من چلنے کہا۔ ”اور کیا ڈائس پر بھی کوئی ایسا آدمی آپ کو نظر نہیں آتا۔“ ڈائس پر سرو جنی نایڈ و تشریف فرماتھیں۔ جواہر لعل نہر و تھے... فلسفہ دال رادھا کرشمن، ہر میں اولڈ اور... فارسٹ اور ملک راج آنند، احمد شاہ بخاری پٹرس اور دوسرے لوگ۔ ڈاکٹر صاحب نے ڈائس پر نگاہ ڈالی۔ سب کی طرف دیکھا اور پھر مجمعے کی

طرف مڑکر کہنے لگے۔ ان میں بھی کوئی نہیں...!
تحریک گرگئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر صاحب سچائی کو اس شدتِ احساس کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اس پر اس سختی سے کار بند ہوتے ہیں کہ اکثر اوقات ہمدرد بھی مخالف ہو جاتے ہیں لیکن اس کی انھیں کوئی پرواہ نہیں وہ ادیبوں کے مہاتما گاندھی ہیں لیکن ذرا عدم تشدد کے قائل نہیں اور اگر کبھی ہندوستان میں ایسا قانون نافذ ہوا کہ ادیبوں کو ان کی فکری، ذہنی یا خارجی غلطیوں کی سزا ملنے لگی تو اس احتساب کا محکمہ ڈاکٹر صاحب کے ہی سپرد ہوگا۔ ان کی صاف گوئی سے بہت سے لوگ ان سے گھبراتے ہیں لیکن اس میں ان کی عظمت ہے اور اگر اس صنف میں کوئی ان سے ٹکر لے سکتا ہے تو وہ حسرت موہائی ہیں جو خوش قسمتی سے اس کانفرنس میں تشریف رکھتے تھے اور بلانائم اس کے ہر جلے میں شرکت کرتے رہے۔ چنانچہ جب ترقی پسند ادیبوں کی طرف سے عربیانی کے خلاف قرارداد پیش کی گئی تو اس کی مخالفت کرنے والے مولانا حسرت موہائی تھے اور قاضی عبد الففار۔ مزے کی بات یہ تھی کہ نوجوان عربیانی کے خلاف تحریک پیش کر رہے تھے اور بزرگ اس تحریک کی مخالفت کر رہے تھے۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ اس طرح نوجوان اذہان کی وقتیں مسلوب ہو جائیں گی اور ان کی تخلی نمور ک جائے گی۔ مولانا حسرت موہائی کی پروزور تقریر سے قرارداد مسترد کر دی گئی۔ سب سے بے حد ناخوش تھا۔ کہنے لگا۔

”اماں، مولانا کا ہمیشہ یہی رول رہا ہے۔ وہ جہاں گئے لوگوں کو مصیبت میں ڈالتے گئے۔ جب کانگریس میں تھے تو ہوم روپ کے دنوں میں آزادی کا ذکر کر کے کانگریس ہائی کمائنڈ کو خائف کیا کرتے تھے اور جب کانگریس نے لاہور کا نفرس کے موقع پر مکمل آزادی کی قرارداد منظور کر لی تو آپ نے اشتراکیت کی پنج لگادی اور کانگریس سے ایسے ناخوش ہوئے کہ مسلم لیگ میں چلے گئے۔ وہاں پہنچے ہیں تو اب بے چارے شریف خان بہادروں کو بغاوت پر اکسار ہے ہیں اور مکمل آزادی کا ریزولوشن پاس کئے دے رہے ہیں۔ ہر جگہ مصیبت میں ڈالتے ہیں، یہ لوگوں کو۔ بھائی اب اچھا بھلا یہ ریزولوشن پاس ہو رہا تھا۔۔۔ خیر... ہٹاؤ اب اس قصے کو۔“ یہ کہہ کر وہ رک گیا اور اس کے چہرے پر ہزاروں درد کی لکیریں یکا یک معدوم ہو گئیں اور پھر وہ ہلکا ہلا کر ہنس پڑا۔ مگر بھائی۔ یہ خوب ہیں مولانا چٹاں ہیں۔ بس کسی کی نہیں سین گے۔ اپنی جگہ سے کبھی نہیں ہٹیں گے۔

دو پھر کو پریم چند سوسائٹی کا افتتاح تھا۔ حسین ساگر میں جو کلب ہے وہاں دعوت بھی تھی۔ ادیبوں کو کشتیوں میں سوار کر کے کلب میں پہنچایا گیا۔ درحالیہ ایک راستہ خشکی سے بھی جاتا تھا۔ غالباً موڑ بوٹ کی نمائش مقصود تھی۔ کلب کی عمارت جھیل میں تعمیر کی گئی ہے۔ کوئی پچاس کے قریب ملازم ہوں گے۔ آٹھ کورس کا کھانا۔ اس دعوت پر اتنا صرف کیا گیا تھا کہ غالباً پریم چند کو اپنی زندگی

میں اتنی رائیلی نہ ملی ہوگی۔ یورپ میں جب ادیب زندہ ہوتا ہے تو اس کی قدر ہوتی ہے۔ ہندوستان میں مرنے کے بعد اسے پوچھا جاتا ہے۔ چنانچہ آج پریم چند سوسائٹی کا افتتاح تھا۔ قاضی عبدالغفار تقریر کر رہے تھے۔ اور مرغن کھانے دعوت میں شامل تھے۔ جبیل کے منظر سے ادیب لطف اندوڑ ہو رہے تھے۔ قاضی عبدالغفار کی شخصیت پر متنانت کا ایک دیز پر دہ پڑا ہوا ہے لیکن اتنا دیز بھی نہیں کہ ان کی جبیل خوش طبعی اس متنانت کے اندر سے جھلک نہ اٹھے۔ متنانت ہے لیکن بوجھل نہیں ہے۔ خوش طبعی ہے لیکن کھل کرنہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کسی چیز نے، کسی خاص واقعے نے، یا کسی خاص محول نے، ان کے ذہن کے، ان کے ٹکر کے، ان کی فطری صلاحیت کے دوکٹرے کر دیے ہیں۔ وہ اس پر بھی مجبور ہیں۔ اس پر بھی دونوں رنگ ایک ہی شخصیت میں جملکتے نظر آتے ہیں۔ پیرس کی رنگینی بھی ہے، عالمانہ زہب بھی ہے، شگفتہ انشا پردازی بھی ہے۔ اور فکری ٹھہراؤ بھی ہے۔ لباس میں امارت کی جھلک ہے اور گفتگو میں حلم کی چاشنی۔ تیور جا گیردارانہ ہیں اور ذہن با غیانہ، قاضی صاحب اک ایسے نوجوان جسے عرصے سے کسی نے گد گد ایمانہ ہو لیکن خود اس کے دل میں شوخیاں چکلیاں لے رہی ہوں۔ کاش کوئی مصنوع ”لیلی کے خطوط“ کو گد گد ادا۔ اس طرح کہ وہ بھری محفل میں، باروں کی محفل میں نہیں، ہزاروں لاکھوں معمولی آدمیوں کی محفل میں کھلکھلا کر بہنس پڑے۔ یہ گد گدی ایک بہت بڑے شاہکار کا پیش نیمہ ہوگی۔

(کرش چندر)

مشق

لفظ و معنی

نگاپن، برہنگانی	:	عربیانی
حسن کار	:	حسن کار
برافروختہ	:	برافروختہ
غصیلا، ناراض، بھرٹ کا ہوا	:	صلواتیں سنانا
برا بھلا کہنا	:	طفلانہ
بچکانہ	:	

کرخت، کھر درا	:	درشت
بولنے کا انداز	:	اندازِ تکلم
خود کو ظلم اور زیادتی سے علاحدہ رکھنا، اہسا	:	عدمِ تشدید
حساب کرنا، جائزہ لینا	:	احساب
سلب کیا گیا، چھینا ہوا	:	مسلسل
فکری ارتقا، ذہنی نشوونما	:	تخیلی نمو
خوف زدہ	:	خائف
قرارداد	:	ریزدیوش
مٹایا گیا	:	معدوم
اس صورت میں	:	درحالیہ
مصنف کو اپنی تصنیف پر ناشر کی طرف سے ملنے والی رقم	:	رانٹی
سبنجیدگی	:	متانت
موٹا (کسی کپڑے یا کانڈے کے لیے بولا جاتا ہے)	:	دیز
نظری	:	جلیں
پرہیزگاری	:	زہد
بردباری	:	حلم

غور کرنے کی بات

- پودے دراصل اجمن ترقی پسند مصنفوں کی حیدر آباد کانفرنس کی رواداد ہے۔ اس رواداد میں کرشن چندر نے یہ بتایا ہے کہ اس اجمن نے کس طرح ہمارے ادب میں انسان دوستی اور حقیقت پسندی کی ایک نئی روایت کا پودا لگایا۔
- دانشوروں کی مجلس میں جب کوئی تجویز منظوری کے لیے پیش کی جاتی ہے تو کچھ لوگ اس کی حمایت کرتے ہیں اور کچھ مخالفت۔ اس طرح اس تجویز کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہاں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ ملک راج آئندہ کی پیش کردہ تجویز، کئی لوگوں کی حمایت کے باوجود، ڈاکٹر عبدالعیم کی مخالفت کے باعث پاس نہ ہو سکی۔

سوالات

- .1 ڈاکٹر عبدالحیم کے کردار کی کیا خصوصیات بیان کی گئی ہیں؟
- .2 ملک راج آمند کی پیش کردہ تجویز کیوں منظور نہ ہو سکی؟
- .3 ادیبوں کے اختساب کا حکمہ ڈاکٹر علیم صاحب کے پاس ہی ہونے کی کیا وجہ بتائی گئی ہے؟
- .4 مولانا حسرت موبہنی کے بارے میں کس رائے کا اظہار کیا گیا ہے؟
- .5 قاضی عبدالغفار کے کردار کی کیا خصوصیات بیان کی گئی ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

عملی کام

- آپ نے اپنے اسکول میں کئی جلسے اور تقریبات دیکھی ہوں گی۔ ایسی کسی تقریب یا جلسے کے بارے میں ایک رپورتاژ لکھیے۔